© rasailojaraid.com

مولانا عبید اللہ سندھیؒ

اور

مولانا عبید اللہ انورؒ

امجد علی شاکر

تصوف کا سفر بھی بڑا عجیب ہوتا ہے اور صوفی عجیب سے مسافر۔ اس سفر میں کبھی جادہ ہی منزل ہو جاتا ہے اور پھر منزل جادہ بن جاتی ہے۔ اس راہ کی رسم ہے کہ صوفی اس وقت تک اگلی منزل یا مقام کی طرف جا نہیں سکتا یا جاتا نہیں ہے، جب تک کہ اپنی جگہ پر کسی کو بٹھا نہ دے۔ بعض صوفی مدتوں انتظار کرتے ہیں تب کوئی شخص آتا ہے۔ ان کا مقام سنبھالتا ہے اور وہ نئی منزل اور نئے مقام کی طرف چل دیتے ہیں۔ بعض خوش نصیب صوفیوں کو جلد ہی ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو ان کے مقام پر فائز ہو کر صوفی کو اگلے سفر کے لئے آزاد کر دیتے ہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی بھی ایسے خوش نصیب صوفی تھے۔ انہیں ہر منزل پر ایسے لوگ ملے جنہیں وہ اپنا منصب دے کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اگلی منزل کی طرف۔ نئے دیار شوق کی جانب۔ صوفی کا سفر عشق کا سفر ہے۔ یہ کبھی طے نہیں ہوتا۔ ہمیشہ جاری رہتا ہے شاید اسی لئے شہداء کو حیات دوام عطا ہوئی ہے کہ وہ عاشق ہوتے ہیں۔ ان کا رب اُن کے سفر کو منظور کر کے انہیں سدا سفر میں رہنے کی اجازت عطا کر دیتا ہے۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی عجیب عاشق تھے اور عجیب صوفی۔ اُن کا سفر ہمیشہ جاری رہا۔ ہر منزل پر انہوں نے کسی کو اپنا منصب سونپا اور پھر اگلی منزلوں کی طرف چل دیے۔ جب دہلی کا نظارۃ المعارف قرآنیہ چھوڑ کر کابل جانے لگے تو اپنا نائب اپنے شاگرد ارشد حضرت مولانا احمد علی لاہوری کو بنایا۔ انہیں نظارۃ المعارف کا پرنسپل مقرر کیا اور کابل سدھار گئے۔ وہاں سے پھر نئے دیاروں کا سفر کیا۔ تقریباً آدھی دنیا کا [illegible] کراچی پہنچے۔ بائیس سال اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر چکے تھے جو امام شاہ ولی اللہ کو عطا ہوا تھا۔ جسے امام ولی اللہ تطبیق کا اسم دیتے ہیں۔

امام سندھی نے اس طویل فکری اور روحانی اور جسمانی سفر میں یہ بات پالی تھی کہ اسلامیت، انسانیت اور قومیت کے مدارج کیا ہیں اور ان میں کیا ربط ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے جو پیغام دیا اس میں نہ روگی مذہبیت تھی نہ انسان دوستی کا بے خدا فلسفہ اور نہ قوم پرستی کی ملحدانہ تعبیر۔ اُن کے ہاں سچی اسلامیت، سچی انسان دوستی اور سچی قومی آزادی کا منشور تھا۔ اُن کے پروگرام میں یہ سب باتیں ایک خاص ترکیب و ترتیب کے ساتھ یکجا ہوئیں اور حریت و آزادی کا ایسا جان بخش استعارہ بن گئیں کہ اب بھی اُن سے غلامی و محکومی کا علاج ممکن ہے۔

حضرت مولانا عبیداللہ انور رح حضرت سندھی کے آخری عمر کے آخری شاگرد تھے جس طرح حضرت مولانا احمد علی لاہوری رح اُن کی ابتدائی زندگی کے اولین شاگرد رشید حضرت مولانا عبیداللہ انور اپنی شاگردی کی حقیقت کی حکایت یوں سناتے ہیں!

"۲۴" سالہ جلاوطنی کے بعد مولانا سندھی جب وطن تشریف لائے تو سفر و حضر میں مجھے خادمانہ حیثیت سے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ ان دنوں حجۃ اللہ البالغہ اور درس قرآن اُن کا محبوب مشغلہ تھا۔ یہ اُن کی عمر کا آخری اور میری عمر کا ابتدائی دور تھا۔ پھر حسب استطاعت میں نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا"۔

حضرت سندھی نے مولانا کو نصیحت کی!

"دیکھو انور! اسم ذات اللہ کا خوب دل لگا کر ذکر کرنا جس کثرت سے ذکر الٰہی کرو گے خدا نے چاہا اسی نسبت سے اعتماد علی اللہ پھر اس کے نتیجے میں اعتماد علی النفس پیدا ہوگا، لیکن طبیعت میں اس درجہ خود اعتمادی کے باوصف جب بھی کسی کام کی ابتداء کرو پہلے اسے عقل و خرد کے ترازو میں تولو۔ جذبات اور محض ظن و تخمین کی بناء پر کوئی فیصلہ ہرگز نہ کرو"۔

یہ پیراگراف بہت قابل غور ہے۔ حضرت سندھی رح جیسے انقلابی اور ذکر کی تلقین؟ بعض کو تو یہ بات سمجھ نہ آسکے، مگر اسلامی روایت میں یہی ممکن ہے۔ اسلام نے تفکر اور تذکر کے احکام دیئے ہیں۔ تفکر آفاق میں اور تذکر انفس میں۔ تفکر کے لیے تفرقہ ضروری ہے اور تذکر میں تفرقہ نامناسب ہے۔ اس روایت میں تفکر اور تذکر ہمیشہ یکجا رہے ہیں۔ تذکر کو تفکر پر اور ذکر کو فکر پر غالب رکھا گیا ہے"۔ کسی ایک کی نفی سے اسلامی رویہ نہیں کسری آدمی کا رویہ پیدا ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے شمار ممالک کا سفر، انقلابات کا مشاہدہ و مطالعہ، نئی دنیا کی تشکیل و تعمیر، قدیم دنیا کی تہذیب کتنے ہی مناظر دیکھے - دل و دماغ نے کتنی ہی فکر کی وادیاں قطع کیں - قرآن کے مطالعے سے کتنی ہی بصیرت حاصل کی - جب واپس پہنچے تو ان کے وہی پرانے شاگرد مولانا احمد علی لاہوری اسی طرح قرآن مجید کی خدمت میں محو تھے - جگہ بدل چکی تھی - وہ دہلی کی بجائے لاہور میں تشریف فرما تھے، مگر رنگ وہی، انداز وہی، روپ وہی، رویہ وہی، تجلیات حکیم وہی، تمنا وہی - غرض وہی دنیا - وہی خدمت قرآن کا جذبہ' جہاز سلامت ہو یا جل جائے بیٹا وہیں کھڑا پکار رہا تھا - باپ میں یہاں ہوں - باپ نے بیٹے کو اُستاد نے شاگرد کو دیکھا - وہ اسی مقام پر اپنے باپ اور استاد کو پکار رہا ہے تو اُستاد کی آنکھیں ضرور بھیگی ہوں گی - انہی نم آنکھوں نے شاگرد کا جذبہ قبول کر لیا - اس قبولیت کا ثبوت یہ ہے کہ شاگرد نے اپنے شاگرد اُستاد کے حوالے کئے - استاد نے انہیں تعلیم دی - اور پھر شاگرد نے اپنا بیٹا پیش کیا جیسا کہ کبھی شاگرد کو اس کے باپ نے پیش کیا تھا - استاد نے قبول کیا - شاگرد کی خدمت قبول ہو چکی تھی - جذبے تسلیم ہو چکے تھے استاد نے اپنی رضا عطا کر دی تھی - بیٹا قبول ہو چکا تھا - یہ بیٹا وہی انسان تھا جسے مولانا عبید اللہ انور کہا جاتا ہے - عقیدتمند انہیں امام الہدیٰ کہتے ہیں - مخالف بھی انہیں بہت کچھ کہتے تھے، مگر ایک بات سب نے تسلیم کر لی کہ ان جیسا شریف النفس اور سلیم فطرت کبھی کبھی زمین پر آتا ہے - یہ قدرت کا عطیہ ہوتے ہیں - قدرت کے عطیے کو حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نے قبول کر کے انور کر دیا چنانچہ جب حضرت مولانا ۱۹۴۴ میں دنیا سے رخصت ہوئے تو مولانا عبید اللہ انور کو اپنا کام سمجھا چکے تھے تاکہ وہ ان کی عدم موجودگی میں معاملت کر سکیں -

حضرت سندھی جب برصغیر سے کابل گئے تو ان کے سامنے آزادی کا پروگرام تھا - اُن کا مقصد تھا کہ غلام ہندوستان آزادی حاصل کر سکے اور یہاں کے لوگ سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر آزاد ہوں تاکہ فکری طور پر بھی آزاد ہو سکیں - انہوں نے اس مشن کو اپنی طویل جلاوطنی کے ایام میں مدنظر رکھا اور اسی روشنی کی آرزو میں کابل، ماسکو، جینوا، ترکی وغیرہ کا سفر کرتے ہوئے حجاز مقدس پہنچے - زندگی کے بہترین سال دنیا بھر کا مطالعہ و مشاہدہ کر کے حجاز مقدس پہنچے تو انہوں نے فکری پختگی اور علمی گہرائی کی وہ منزل پالی تھی جہاں تحقیق و تخلیق کی حدود مل جاتی ہیں - دریافت اور یافتہ ایک ہو جاتی ہیں اور اس وقت وہ اُس خاص ملکہ تک رسائی بھی حاصل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس نے ۱۸۵۷ء کے بعد پوری رومانوی تحریک کے نتیجے میں جنم لیا۔ حضرت سندھی کے ہاں ذکر و فکر دونوں موجود تھے اُن کے ہاں ذکر کی کیا اہمیت تھی؟ اس کا ثبوت تو مندرجہ بالا اقتباس سے مل گیا ہے۔ البتہ راقم الحروف کے اُستاد اور حضرت سندھی کے ایک شاگرد شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ کا قول خاصا اہم ہے۔ انہوں نے راقم سے قسم اُٹھا کر فرمایا کہ!

"میں (مولانا محمد طاہر) نے اپنی زندگی میں حضرت سندھی سے بڑا صوفی نہیں دیکھا"

حضرت سندھی کے اس رویے کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت مولانا عبید اللہ انور کے ہاں ذکر کی محافل اور ذکر کی تلقین کا عمل حضرت سندھی کے عمل اور تعلیمات کا نقیض نہیں تھا۔ انہی کی فکر کا لازمہ تھا۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نے قوم کی نکبت و بدحالی، آوارہ فکری اور بے معنویت کا علاج دریافت کیا تو انہیں مسلمان کے لئے زندگی کی معنویت قرآن میں نظر آئی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں سے تعلیم قرآن کو عام کرنے کا عہد لیا۔ یہی عہد حضرت احمد علی لاہوریؒ سے لیا تھا تو انھوں نے درس قرآن میں اپنی زندگی خرچ کر دی۔ حضرت سندھی کی آخری زندگی کا حال بیان کرتے ہوئے مولانا عبید اللہ انورؒ فرماتے ہیں!

"ایک ہی لگن تھی۔ جو بھی عیادت کے لیے آتا اُسے قرآن میں غور و تدبر اور تفکر و تفحص کی نصیحت فرماتے۔ ان دنوں ان کا ایک ہی پیغام تھا کہ دنیا کے تمام روگوں، دکھوں اور مصائب و مشکلات کا حل قرآن میں موجود ہے۔ قرآن کو پڑھو اور اس پر عمل کرو اور اپنی زندگی قرآنی تعلیمات کو عام کرنے میں کھپا دو"

حضرت سندھی کے قرآن حکیم سے تعلق کا یہ عالم تھا کہ عربی میں الہام الرحمٰن اور اُردو میں المقام المحمود کے نام سے قرآن پاک کی تفاسیر قلمبند کرائیں۔ افسوس کہ یہ اب تک بکمال و تمام طبع نہ ہو سکیں۔ حضرت سندھی کے بعض سورتوں پر تفسیری لیکچرز اس قدر جامع تھے کہ ان میں جہانِ معنی بند ہے۔ یہ لیکچرز شائع ہوئے اور بعض اب تک ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

مولانا عبید اللہ انور نے اسی مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ہر سال دورۂ تفسیر جاری رکھا اور ان کے فیض سے کئی جگہ درس قرآن جاری ہوا۔

حضرت سندھیؒ کسی ... شخص ... اصول کی مدد سے سمجھے نہ جاسکیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گے ۔ اُن کو سمجھنے کے لئے اُن کی تحریروں کو تاریخی تناظر میں سمجھنا ہوگا۔ اُن پر کسی قسم کی چھاپ نہیں۔ وہ نہ تو کسی خاص مروج طرز کے انسان تھے نہ اُن میں کوئی جذبہ ایسا غالب تھا کہ ہر شے کو اس کے حوالے سے سمجھا جا سکے اُن کی تفسیری خدمات اور کارناموں کو سامنے رکھیے تو وہ تفسیر میں ایک اسکول کے بانی نظر آئیں گی۔ انہوں نے ربط آیات اور ربط سور کا ایسا نظام ترتیب دیا تھا کہ اُن کے سامنے نظم قرآن پر کام کرنے والے بہت سے معروف مفسر بونے نظر آئیں گے ۔ بعض مفسروں نے اُن کے چراغ سے چراغ جلایا، مگر اُن کا حوالہ دینا پسند نہ فرمایا۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور نے حضرت سندھی کے طریق تفسیر کو عام کرنے اور پھیلانے میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں ۔ افسوس کہ اُن کے سالانہ درسِ قرآن ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں

یہ درسِ قرآن حضرت سندھی کے طریق تفسیر کو ہمارے دور سے روشناس کرانے کا بہترین ذریعہ ہیں ۔

حضرت سندھیؒ نے دنیا بھر کے انقلابات دیکھے ۔ انہوں نے سماجی عالموں کے افکار کو سمجھا اور پھر سر نیاز جھکانے کی بجائے باوقار طریقے سے ان افکار سے مکالمہ کیا۔ اُن کا سر کسی باطل فکر کے سامنے نہ جھکا اور نہ انہوں نے کسی کی سچی خوبی تسلیم کرنے سے بخل کیا۔ اُن کا یہی رویہ کبھی فکری بزدلوں کو گوارا نہ ہوا، مگر مولانا عبیداللہ انورؒ نے اپنے گرامی قدر استاد کے بتائے ہوئے راستے سے کبھی انحراف نہ کیا۔ اس راستے پر اُن کے قدم لڑکھڑائے نہ یقین کمزور ہوا۔ اُن کے ہاں بھی حضرت سندھی کی طرح دوسری اقوام اور مخالف افکار و نظریات سے مکالمہ ملتا ہے۔ اسی رویے کو لے کر آپ پاکستان امن کونسل میں شامل ہوئے اور اس کے صدر منتخب ہوئے ۔ یہی فکری رویہ لئے آپ فروری ۱۹۷۴ء میں بلغاریہ کے دارالحکومت صوفیہ پہنچے جہاں آپ نے عالمی امن کانفرنس میں شرکت کی اور عالم انسانی کو اسلام کا پیغام دیا۔ کبھی یہی پیغام لئے حضرت سندھی ماسکو پہنچے تھے اور دنیا کے کئی ممالک کا سفر کر کے انہیں اسلام کی سچی دعوت پہنچائی تھی۔ مولانا عبیداللہ انور نے دنیا بھر کے ہر مذہب و ملت کے لوگوں میں اسلام کا پیغام پہنچاتے ہوئے فرمایا !

"اسلام وہ دین ہے جو دنیا کے سامنے قیام امن کے لئے ہمہ گیر اور انٹرنیشنل انقلابی پروگرام پیش کرتا ہے جو بلا تفریق رنگ و نسل اور مذہب و ادیان تمام نوعِ انسانی کو بقائے حیات کے لئے وسائل معیشت کے استعمال میں مساوی اور یکساں مواقع فراہم کرنے کا علمبردار ہے اور جو تفرقہ و امتیاز تشتت و انتشار اور جنگ و فساد مٹا کر انسانی معاشرے کو امن و سکون کا گہوارہ بنا سکتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی نظامِ حیات کا مقصد اولین یہ ہے کہ ایسی پارٹی اور ایسی انقلابی جماعت تیار کی جائے جو نسل انسانی کے سامنے دنیاوی زندگی کے مقابل، بعد الموت زندگی کی اہمیت و فوقیت واضح کرے، جو برائیوں کے انسداد کے لئے اسلام کے بتلائے ہوئے قوانین پر عملدرآمد کرانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو بتلائے کہ گناہ اور برائی کا آخرت میں کیا نتیجہ مرتب ہوگا۔ نیکی اور بھلائی سے امن قائم ہوگا۔ سلامتی پروان چڑھے گی اور آخرت میں اچھا بدلہ ہوگا۔ اسلام کی انقلابی جماعت کسی ملک کے باشندوں کی اچھی طرح تطہیر کر کے ایسا معاشرہ قائم کرتی ہے جس میں ظلم واستبداد اور انسانی محنت کے استحصال کے لئے کوئی گنجائش نہ ہو۔ اسلام عقیدے اور نظریئے کا اختلاف برداشت کرتا ہے لیکن ظلم و ناانصافی کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔"

یہ تھا وہ پیغام جو اسلام عالمِ انسانی کو پیش کرتا ہے۔ یہی پیغام تھا جسے مولانا سندھیؒ نے اقوام عالم کے سامنے پیش کیا اور انہی کی راہ پر چلتے ہوئے یہی پیغام مولانا عبیداللہ انور نے پیش کیا۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے ہاں اسلام کی فرقہ وارانہ تعبیر نہ تھی۔ انہوں نے قرآن کے مطالعہ سے یہ بات اخذ کی تھی کہ قرآن الناس کی بات کرتا ہے۔ اُن کے حقوق کی بازیافت کرتا ہے۔ اُن کی اہمیت کو واضح کرتا ہے اور مستکبرین و مترفین کو مسترد کرتا ہے۔ اسلام خیر کے کسی بھی عمل میں غیر مسلموں کی معاونت بھی کرتا ہے اور فلاح کے کسی بھی کام میں غیر مسلم کی رفاقت کو ناپسند نہیں کرتا۔ اسی لیے حضرت سندھی کے افکار و خیالات کی روشنی عالمِ انسانی کے لیے عام تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض کوتاہ نظروں کو اُن کے افکار میں اسلامیت ہی دکھائی نہ دے۔ حالانکہ انہوں نے اپنی روگی مذہبیت اور فرقہ واریت کو بلاوجہ اسلام کا نام دے رکھا ہے۔ حضرت سندھی کے افکار کی دولت تو بارش کے قطروں کی طرح تھی۔ عام اور ارزاں، ہر جگہ اور سب کیلئے عام، مگر نتائج تو ہر جگہ ایک سے نہیں ہو سکتے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید در بوم خار و خس

مولانا عبیداللہ انورؒ کے فکر کے باغ میں اسی بارش سے پھول اُگے تھے جن کی مہک اُن کے اِن لفظوں سے صاف محسوس ہو رہی ہے اور مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہے:

"اسلام انسانی فلاح و ترقی کا علمبردار ہے وہ دوسرے مذاہب کی طرح ترقی پسند تحریکوں کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ انسانی بھلائی کے لئے اٹھنے والی ہر آواز کی تائید کرتا ہے۔"

یہ وہ باتیں ہیں جو بھی کبھی مولانا عبیداللہ سندھی کا جرم ٹھہری تھیں۔ یہی باتیں مولانا عبیداللہ انور کا جرم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرار پائیں ۔ لاہور کے ایک ہفت روزہ رسالے میں ایک مضمون نگار نے جعلی نام سے مولانا پر سب وشتم کے وہ سارے تیر آزمائے جو کبھی حضرت سندھی پر آزمائے گئے تھے ۔ اُن کا جرم ایک فقرہ تھا جو انہوں نے اپنے ایک خطاب میں ارشاد فرمایا ۔ فقرہ کیا تھا جبر کا مخالف ، حریت و مساوات کا دستور، مولانا نے فرمایا تھا؛

"ہم اسلام کو انقلابی دین سمجھتے ہیں جس میں انسانوں کے درمیان مساوات قائم کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ۔ اس فقرے نے تو مضمون نگار کو بد حواس کر دیا اور وہ تن بدن کا ہوش بھلا کر آپ کے والد گرامی حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور حضرت سندھیؒ تک کو اپنے طعن و تشنیع اور طنز و نشتر کا نشانہ بنانے لگا۔ یہی وہ رسالہ تھا جس نے ڈھاکا کی شکست سے کچھ ہفتے پہلے ٹائٹل پر یحییٰ خان کی تصویر شائع کرتے ہوئے اُس کے نیچے یہ مصرعہ رقم کیا تھا ؛

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اس صورت حال پر یہی تبصرہ ممکن ہے ؛

بسوخت عقل زِ حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

بہر حال حضرت سندھیؒ اور مولانا عبید اللہ انورؒ کا تصورِ اسلام یحییٰ خانی انداز کے مومنوں کو کبھی پسند نہ آیا ۔ حضرت سندھی نے یورپ کے مفکرین کو پڑھا ، سمجھا اور پرکھا ، مگر انھوں نے تخلیقی تحریک اپنے ہی سلسلے کے عظیم انسان حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ سے حاصل کی یعنی وہی بیدل والے رویے پر عمل کیا کہ ؛

ستم است اگر ہوست کشد زِ سیر سرو سمن در آ
تو زِ غنچہ کم نہ دمیدہ در دلکشا بچمن در آ

حضرت سندھی نے دینی علوم میں اُن سے رہبری و رہنمائی حاصل کرنے کے ساتھ انہیں ایک سماجی عالم کے طور پر سمجھنے کی کامیاب کوشش کی اور اُن کے سماجی و عمرانی افکار کی موضوعی تخلیقی تعبیر کی ۔ نتیجۃً آج شاہ ولی اللہؒ ہمیں ایک انقلابی سماجی مفکر اور عالم نظر آتے ہیں اور یہ سب کچھ امام سندھیؒ کا کمال اور کارنامہ ہے ؛

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

حضرت سندھیؒ نے امام ولی اللہؒ دہلوی کے افکار و نظریات کی روشنی میں قرآن فہمی کی دعوت عام کی ۔ انہوں نے حضرت امام کے افکار اور تحریک پر دو نا قابل فراموش اور بے مثال مقالات بھی قلمبند فرمائے ؛

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۔ شاہ ولی اللہ اور اُن کا فلسفہ

۲۔ شاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک ۔

حضرت سندھیؒ نے امام شاہ ولی اللہؒ کی کتب کے تراجم بھی املا کرائے جن میں سے بعض شائع ہو چکے ہیں ۔ اُنہی کی فکری تحریک پر پروفیسر عبدالرحیم ، پروفیسر محمد سرور اور بعض دوسرے فضلاء نے امام ولی اللہ دہلوی کی تصانیف کے تراجم کئے ۔ حضرت سندھیؒ نے امام ولی اللہ دہلوی کو کچھ ایسا SPECIALISE کیا کہ اب بقول مولانا متین ہاشمی !

"حضرت سندھیؒ کے قدم چھوئے بغیر حضرت شاہ ولی اللہؒ کو سمجھا نہیں جا سکتا ۔"

یہ بات انہوں نے راقم الحروف سے ایک ملاقات کے دوران میں ارشاد فرمائی ۔ اس بات کی تائید اُن کے ترجمہ سطعات کے مقدمے سے بآسانی ہوسکتی ہے ۔ حالانکہ وہ اس سے کچھ سال پہلے تک حضرت سندھیؒ کو پسند نہیں کرتے تھے ۔ آج علوم ولی اللہی کی روشنی صرف اس لئے عام ہوئی ہے کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی نے خون جگر جلا کر فکر کے چراغ روشن کئے ہیں ۔ حضرت سندھیؒ نے اپنے خصوصی اور باصلاحیت شاگردوں کو حجۃ اللہ البالغہ سبقاً سبقاً پڑھائی ۔ نیز انہی نے الفوز الکبیر اور فتح الرحمن کی اہمیت سے برصغیر کے علماء کو روشناس کرایا ۔

حضرت سندھی کی فکری تحریک کے نتیجے میں پروفیسر اے ڈی مضطر ، پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا اور پروفیسر ڈاکٹر فضل محمود نے حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ پر ڈاکٹریٹ کے مقالے لکھے ۔ ان میں سے ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا حضرت سندھیؒ کے براہ راست شاگرد رہے اور دیگر دونوں حضرات بالواسطہ مستفید ہونے والوں میں سے ہیں ۔

حضرت مولانا عبیداللہ انور نے حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کے دینی و سماجی خیالات پر اُسی انداز میں تفکر و تدبر کیا جس انداز میں حضرت سندھی نے کیا تھا ۔ انہوں نے بھی امام ولی اللہ کو انقلابی دانشور اور سماجی عالم کے طور پر سمجھا اور اُن کے سماجی و معاشی نظریات کو اپنے لئے راہنما بنایا یہی وجہ ہے کہ مولانا عبیداللہ انور اور اُن کی سیاسی جماعت جمعیۃ العلماء اسلام نے اپنے انتخابی منشور میں امام ولی اللہ کے خیالات کو مد نظر رکھا ۔

مولانا عبیداللہ انور نے ۱۹۷۰ء میں اپنے انتخابی منشور کے بارے میں اپنے ایک انٹرویو میں ارشاد فرمایا :

جمعیۃ العلماء اسلام حضرت شاہ ولی اللہ کے افکار کی روشنی میں عوامی اسلامی جمہوریت کی طالب ہے جس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نکات یہ ہیں :

(الف) : دولت کی اصل بنیاد پر محنت پر ہے کیونکہ قرآن پاک میں ارشاد ہے

لیس للانسانِ الا ماسعیٰ (نہیں انسان کے لئے سوا کچھ اس کی سعی کے)

مزدور اور کاشت کار پیداواری طاقت ہیں۔ باہمی طاقت معاشرے کی روح رواں ہے۔ جب تک فرد ملک اور قوم کے لئے پیداوار نہ کرے گا۔ ملک کی دولت میں حصہ دار نہ ہوگا۔

(ب) : وہ نظام جو دولت کی گردش کو خاص طبقے میں محدود کر دے تباہ کن ہے۔ وہ شاہانہ طرزِ زندگی جس میں چند افراد یا چند خاندانوں کی اجارہ داری کے سبب دولت کی تقسیم میں خلل واقع ہو فوری خاتمے کا مستحق ہے۔ عوام کے لئے مساویانہ معاشی نظام ضروری ہے۔

(ج) روٹی، کپڑا اور مکان اور ایسی استطاعت کہ ہر شخص نکاح کر سکے اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہل ہو بلا تفریق مذہب و ملت ہر ذی روح کا پیدائشی حق ہے۔"

یہ منشور پڑھتے ہوئے وہ منشور یاد آتے ہیں جو کبھی سالہا سال پہلے حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نے مختلف ادوار میں پیش کئے۔ سرو راجیہ پارٹی کا منشور ہو یا جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی کا منشور ان سب میں تقسیم دولت اور معاشی نظام کی اصلاح کے سلسلے میں جو پروگرام ملتا ہے وہی مذکورہ بالا منشور میں آرہا ہے۔ گویا ایک روشنی ہے جو وہاں بھی ضوفگن تھی اور یہاں بھی جلوہ گر ہے۔ وہی روشنی تھی جس کا انقلابی شعلہ حضرت سندھی نے جلائے رکھا مولانا عبید اللہ انور نے اسے بجھنے نہ دیا۔

حضرت مولانا عبید اللہ انور کی تاریخ پاکستان میں جمہوریت کے لئے شاندار خدمات موجود ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ اور ہر آمر کے سامنے پوری جرأت اور صاف گوئی سے کلمۂ حق بلند کیا۔ انہوں نے ہر دور میں بحالی جمہوریت کے لئے جدوجہد جاری رکھی۔ ہر تحریک کے ابتدائی مرحلے پر انہوں گرفتاری پیش کی یا انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ ایوبی تحریک کے خلاف تحریک کے سلسلے میں ہی اُن پر بدزمانہ پولیس آفیسر نے لاٹھی چارج کرایا جس کے زخم عمر بھر کے روگ بن گئے۔ انہوں نے صحیح معنوں میں جمہوریت کو اپنے خون سے پروان چڑھایا۔ اُن کی جمہوریت سے غیر مشروط اور اٹل وابستگی بھی دراصل حضرت سندھی کی تعلیمات کے اتباع میں تھی۔

اُنہوں نے مولانا مفتی محمودؒ کی رحلت کے موقع پر ارشاد فرمایا :

مفتی صاحبؒ دوسری جنگ عظیم میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے موقف کی حمایت کرتے رہے۔ اُن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا کہنا تھا کہ بادشاہت کا دور عنقریب ختم ہو کر دنیا میں جمہوری طرزِ حکومت قائم ہوگا۔"

مولانا عبیداللہ انور کے افکار و خیالات اور کردار و عمل میں ہر جگہ حضرت سندھی کے افکار و اعمال کی جھلک صاف دکھائی دیتی تھی۔ اُن کی عام مجلسی گفتگو ہو یا اخباری انٹرویو، جلسے سے خطاب ہو یا خصوصی محفل سے خطاب، مجلس ذکر کا بیان ہو یا جمعہ کا خطبہ، ہر جگہ اور ہر موقع پر اُن کی گفتگو سے حاصل ہونے والی خوشبو اس بات کی گواہ تھی کہ خوشبو کا سفر کہاں سے شروع ہو کر یہاں تک پہنچا ہے۔ مولانا عبیداللہ انور حضرت سندھی کے افکار کی سراپا تعبیر تھے۔ اُنہوں نے وہ علم جو حضرت سندھیؒ نے انہیں عطا کیا تھا اٹھایا اور پھر نہ اس علم کو ہاتھ سے رکھا نہ جھکنے دیا۔ رفقاء کی کمی یا حالات کی ستم ظریفی کسی نے بھی اُن کو جھکنے پر مجبور نہ کیا۔ اُنہوں نے کبھی اس سفر سے باز آنے کا نہیں سوچا۔ وہ تو عمر بھر اسی راہ کے مسافر رہے۔ دوسروں کو اس راہ کی طرف چلنے کی تلقین کرتے رہے۔ راستے کے اسرار بتاتے رہے اور پھر اپنے حسنات کا مجموعہ لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اُن کی زندگی مابعد کے لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے کہ حضرت سندھیؒ کے افکار کا شعلہ کہ جس میں حدت بھی ہے اور روشنی بھی ہمیشہ تابندہ رکھیں اور اس کی روشنی آنے والے لوگوں اور آنے والی صدیوں تک پہنچائیں۔ مختصر یہ کہ اب بھی اُن کی روح سوال کرتی ہے!

کون ہوتا ہے حریف مئے مردافگن عشق
ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد

امجد علی شاکر

نزد ریلوے پھاٹک بصیر پور
ضلع اوکاڑا

© rasailojaraid.com